Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

Sufi Terminology: A Special Study of "Sirr-e-Dilbaran" by Syed Muhammad Zauqi

اصطلاحاتِ تصوف: "سرِ دلبراں" از سید محمد ذوقی کا خصوصی مطالعہ

Anas Arif
Lecturer, Government Graduate College, Satellite Town, Gujranwala
Email: anassultani7888@gmail.com

Dr. Muhammad Qasim Butt (corresponding author)
Assistant Professor, Government College University, Lahore
Email: dr.qasimbutt@gcu.edu.pk

Abstract
The present study explores the mystical lexicon of Sufism through a focused analysis of Sir-e-Dilbarān by Syed Muhammad Zauqi, a contemporary spiritual thinker and poet of the Indo-Pak subcontinent. The work represents a synthesis of classical Sufi terminology and modern mystical experience, rendering traditional concepts—such as fanā (annihilation), baqā (subsistence), ʿishq (divine love), maʿrifah (gnosis), mushāhadah (spiritual witnessing), and waḥdat (unity)—into a renewed, experiential framework. This research examines how Zauqi reinterprets these core Sufi terms within his personal metaphysical vision and poetic symbolism, bridging the gap between inherited mystical thought and individual spiritual realization. The analysis reveals that for Zauqi, Sufi terminology functions not as scholastic definitions but as signifiers of lived mystical states (aḥwāl) and transformative experiences of the heart. The research concludes that Sir-e-Dilbarān embodies a semantic and spiritual renewal of Sufi discourse in Urdu literature, establishing Zauqi as a unique voice in the contemporary continuum of Islamic mysticism.

Keywords: Terminology, Sufism, Zauqi, Sirr-e-Dilbaran, Ḥāl (spiritual state), Maqām (spiritual station), Wajd (ecstasy), Maʿrifah (gnosis)

اصطلاح عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ باب افتعال سے مشتق ہے۔ جس کا مادہ ص،ل،ح ہے۔انگریزی زبان میں اس کا متبادل "ٹرم" ہے جو لاطینی لفظ "ٹرمینم" اور یونانی لفظ "ٹرمن" سے ماخوذ کیا گیا ہے اسی سے جرمنی کا لفظ "ٹرمہ" وضع کیا گیا ہے۔[1] اسکے لغوی معنی سلامتی، دوستی اور مصالحت کے ہیں اور اسکے اصطلاحی معنی "کسی قوم کا باہم صلاح مشورہ کرنا" ہے۔ پس اصطلاح سے مراد وہ ایک نئے معنی ہیں جو ایک لفظ یا چند الفاظ کو متعدد آدمی باہم اپنے کسی خاص اظہار مطلب کے لیے

[1] نفیس اقبال، ڈاکٹر، چند صوفیانہ اصلاحات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2017، ص12

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

پہناتے ہیں اور وہ ہی لوگ بولتے یا سمجھتے ہیں۔ یہ بات مسلم ہے کہ کسی لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں کسی نہ کسی طرح کی نسبت ضرور پائی جاتی ہے۔ گو وہ نسبت بعیدہ ہونے کے سبب سمجھ میں آسانی سے نہ آئے اور اسی سبب سے بعض اوقات ایک لفظ کے دو معنی مختلف معلوم ہونے لگتے ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ مادہ تلاش کرنے کی طرف طبیعت راغب ہو جاتی ہے۔[2]

ہر صاحب علم و ہنر اور ہر اہل معاملہ کے اپنے اسرار کے اظہار و بیان کے لیے مخصوص اشارات و کلمات ہوتے ہیں جنہیں ان کے سوا اور کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اسی طرح مختلف علوم مثلاً کیمسٹری، فزکس و دیگر علوم میں بھی ایسی اصطلاحات موجود ہوتی ہیں جو عام انسان کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں۔ الفاظ و عبارات کی اصطلاحات وضع کرنے سے انکی دو چیزیں مراد ہوتی ہیں ایک یہ کہ سمجھنے میں سہولت ہو اور مشکلات کو آسان بنایا جائے، کہ ان کے اسرار کو ان لوگوں سے چھپایا جائے جو صاحب علم نہیں۔ مثلاً اہل لغت کی خاص اصطلاحات، مخصوص الفاظ و عبارات ہیں جن کو انہوں نے وضع کیا ہے۔ جیسے ماضی، حال، مستقبل، صیح معتل وغیرہ۔[3]

ایسے ہی شاعری میں بھی اکثر اصطلاحات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ آگ ایک گرم اور جلا دینے والی چیز ہے لیکن استعارہ کی زبان میں غصہ کو بھی آگ کہتے ہیں، حسد کو بھی آگ کہتے ہیں، کبھی عشق کو بھی آگ کہتے ہیں اور آگ کو بھی آگ کہتے ہیں۔ یہ سب شاعری میں حسن کا سبب سمجھے جاتے ہیں یعنی لفظ کے معنی عام مفہوم سے ہٹ کر لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح پروانہ یا لیلیٰ شعری زبان میں الگ معنی رکھتے ہیں۔ ادب کا ایک ادنی طالب علم بھی شمع کا معنی موم بتی اور پروانہ کے معنی اس کیڑے کے نہیں لے گا جو موم بتی کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے بلکہ ذہن فوراً عاشق اور محبوب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اسی طرح اہل معرفت کی بھی اپنی وضع کردہ اصطلاحات ہیں جن سے وہ اپنا مطلب ظاہر کرتے ہیں تاکہ وہ علمِ تصوف میں اس کا استعمال کریں اور جسے چاہیں اپنے مقصود کی راہ دکھائیں اور جس سے چاہیں چھپائیں۔[4]

اصطلاحات در حقیقت اشارے ہیں جو خیالات کے مجموعہ کی طرف ذہن کو فوراً منتقل کر دیتے ہیں۔ بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ اصطلاحات وضع کرنے سے حافظہ پر بار پڑتا ہے۔ سہولت اسی میں ہے کی ہر اصطلاح سے جو معنی مطلوب ہوں وہ تشریح و تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے جائیں۔ مگر ایسا کرنے میں یہی دِقت ہے کہ لکھنے اور پڑھنے میں دونوں کا وقت ضائع ہوتا ہے اور کاغذ کا صرفہ بھی ہوتا ہے۔ حافظہ پر بار پڑنے کی شکایت جو ان حضرات نے کی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو

[2] طارق شمیم، تصوف اور بھکتی کی اہم اصطلاحات، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، 2018، ص9
[3] بخاری، عطاءاللہ، ڈاکٹر، تصوف واصطاحات تصوف کا ایک مطالعاتی جائزہ، جرنل آف ریلیجیس سٹڈیز، جلد1، شمارہ2، 2018، ص40
[4] کیف، مرزا اختیار حسین، ڈاکٹر، شاعری میں صوفیانہ اصطلاحات، ویلکم بک پورٹ، کراچی، 2009، ص3

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

شخص کس علم یا فن کو سیکھنا چاہتا ہے بس اسی علم یا فن کی اصطلاحات اسے یاد کرنی پڑتی ہیں، اس سے یہ باز پرس نہیں کہ جاتی کہ وہ تمام علوم وفنون کی اصطلاحات کیوں نہیں جانتا۔[5]

ہمیں ایک اور اہم بات پر غور کرنا چاہئے کہ الفاظ معلومات پر دلالت کرتے ہیں اور الفاظ کی بہتات معلومات کی بہتات پر دلالت کرتی ہے۔ پس جس قوم کی زبان میں الفاظ کی تعداد کثیر ہے اس کی معلومات کا دائرہ بھی نہایت وسیع ہوگا اس قوم کے برعکس جس کی زبان میں الفاظ کی قلت ہے۔ اسی بنا پر پہلی قوم دوسری قوم سے لازمی طور پر مہذب ہوگی۔ پس اگر ہم شائستہ اور مہذب قوموں کی صف میں داخل ہونا چاہتے ہیں اور علوم وفنون حاصل کرنا زندگی کا اہم مقصد جانتے ہیں تو زبان میں جدید الفاظ اور اصطلاحات کے اضافہ سے ہم کو ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ ترقی کے لیے اس بوجھ کا برداشت کرنا ناگزیر ہے۔ علوم وفنون کی تعلیم، تشریح، توسیع اور ترقی کے لیے اصطلاحات کا وجود ناگزیر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اصطلاحات علوم وفنون کا محور ہیں اور جو قوم علوم وفنون، معلومات اور عقل وذہن میں ترقی کی راہوں پر گامزن رہنا چاہتی ہے اسے اپنے علمی وفنی الفاظ واصطلاحات میں بدستور اضافہ کرتے چلے جانا چاہیئے تاکہ ایک طرف اس کی اپنی زبان وسیع ہوتی چلی جائے ور دوسری طرف اس کی ثقافت ترقی پذیر رہے۔[6]

کسی فن کی اصطلاحات کے وضع کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر علمی مطالب کو ادا کرنے سے انسان بے معنی طوالت سے بچ جاتا ہے۔ لمبے لمبے جملے کہنے اور لکھنے نہیں پڑتے۔ جہاں کسی علمی بحث میں ایک ہی مفہوم کی طرف بار بار حوالہ آتا ہے تو طویل عبارتوں کے تکرار کی کوفت نہیں پڑتی۔ وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ تھوڑے سے وقت میں اصطلاحات کی مدد سے بہت سی معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ نیز، ادراک، مفہوم اور حافظے میں ترقی ہوتی ہے۔

اصطلاحاتِ تصوف کی ضرورت واہمیت

تصوف کا تعلق چونکہ ان امور سے ہے جو محسوسات سے بہت اعلی وارفع ہیں، لہذا اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئی۔ جو فن انسان کو محسوس سے غیر محسوس اور معلوم سے نامعلوم کی جانب لے جائے اس کے اظہار وبیان کے لئے اصطلاحات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے کہ رواج میں بولی جانے والی زبان الفاظ میں محدود ہے۔ تصوف میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ بعض مضامین رموز وکنایات میں ہی ادا کئے جائیں تاکہ اغیار اور نااہلوں سے پوشیدہ رہیں۔

[5] سلیم اختر، ڈاکٹر، اصطلاحات سازی، تاریخ، مباحث، مغربی پاکستان، اردو اکیڈمی، لاہور، 1993، ص15
[6] ایضاً، ص17

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست[7]

"یہ مصلحت ہی نہیں کہ راز پردے سے باہر آئے، ورنہ کوئی راز، کوئی خبر ایسی نہیں ہے کہ جو رندوں کی مجلس میں نہیں۔"

اللہ عزوجل نے بھی کتاب لاریب میں آیات محکمات پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ بعض امور کو آیات متشابہات کے جامے میں چھپایا اور ان کی طرف رمز و کنایہ سے اشارہ کیا۔ ان امور کو عوام کی آنکھوں سے اوجھل رکھا صرف راسخون فی العلم پر منکشف کیا۔ حروفِ مقطعات کا تعلق بھی متشابہات سے ہے۔ ان حروف کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ نے قاضی ثناءاللہ مظہری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک حق یہ ہے کہ حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان اسرار ہیں، ان حروف سے عام لوگوں کو سمجھانے کا قصد نہیں کیا گیا بلکہ صرف رسول اللہ ﷺ کو ان حروف سے افہام مقصود تھا یا رسول اللہ ﷺ اپنے کامل متبعین میں سے جن کو چاہیں ان کا معنی سمجھا دیں۔[8]

اصطلاحاتِ تصوف کا باقاعدہ آغاز مسلمانوں نے دوسری صدی ہجری/آٹھویں صدی عیسوی میں کر دیا تھا۔ انہوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم زبان میں کتابیں لکھیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے طریقے بتائے جن سے عبادات میں کشش، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں لطف اور زندگی میں ایک حسن اور معنویت پیدا ہو گئی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی کتاب عبداللہ بن المبارک المروزی (متوفی 181ھ) نے "کتاب الزہد" کے نام سے لکھی۔ اس میں انہوں نے زہد کے بارے میں احادیث جمع کیں۔ ایسے ہی حارث بن الاسد المحاسبی (243ھ) نے "الرعایہ لحقوق اللہ" اور "کتاب التوہم" دو کتب تحریر کیں۔ محمد بن علی الحکیم الترمذی (279ھ) نے متعدد کتب لکھیں۔ محمد بن عبدالجبار النفری (354ھ) نے "کتاب المواقف والمخاطبات" لکھی۔ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی (393ھ) نے "بستان العارفین" لکھی۔

عباسی دور میں تصوف کے فروغ کے ساتھ ساتھ اصطلاحاتِ تصوف کی تشریح کے لیے بھی متعدد کتابیں وجود میں آئیں۔ ان میں ابو نصر سراج (378ھ) کی "کتاب اللمع في تصوف" سب سے قدیم ہے۔ اس میں ۱۰۷ صوفیانہ الفاظ و اصطلاحات کا بیان ہے۔ امام غزالی (505ھ) کی "الاحیاء العلوم الدین"، عبدالرزاق الکاشانی (887ھ) کی "اصطلاحات الصوفیہ" بھی اس دور کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں امام کلابازی اور سید علی ہجویری کی کتابیں بھی اس طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ تصوف کی امہات کتب کی ترتیب اس طرح قائم کی جاسکتی ہے:

[7] حافظ شیرازی، دیوان حافظ، موسسہ انتشاراتِ اسلامی، لاہور، 1984، ص79

[8] سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، 2013، ج1، ص23

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

کتاب اللمع في تصوف از ابو نصر سراج (378ھ)، التعرف لمذهب اهل التصوف از ابو بکر الکلا بازی (385ھ)، قوت القلوب از ابو طالب مکی (386ھ)، طبقات الصوفیہ از عبدالرحمن السلمی (412ھ)، حلیہ الاولیاء از ابو نعیم الاصفہانی (430ھ)، الرسالہ القشیریہ از ابوالقاسم القشیری (465ھ)، کشف المحجوب از سید علی بن عثمان ہجویری (470ھ)، فتوح الغیب از سید عبدالقادر جیلانی (562ھ)، تذکرہ الاولیاء از شیخ فریدالدین عطار (620ھ)، عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی (632ھ)۔

مندرجہ بالا کتب میں جابجا اصلاحات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر امام کلا بازی (380ھ) کی "التعرف فی مذہب التصوف" جو کہ مکتبہ المعارف لاہور سے شائع ہوئی اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب صوفیا کے عقائد واحوال سے متعلق ہے لیکن اس میں اصطلاحات ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ بعض کتب میں تو ان اصطلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر کشف المحجوب کے باب نمبر 26 میں مشائخ کے کلام اور ان کے الفاظ کے معانی کے حقائق کے بیان پر روشنی ڈالی گئی ہے اس باب میں چار انواع میں اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔

پہلی نوع میں ان اصطلاحات کی وضاحت اور فرق بیان کیا گیا ہے: حال ووقت، مقام و تمکین، محاضرہ و مقاشفہ، قبض وبسط، انس وہیبت، قبر ولطف، مسامرہ و محادثہ، علم الیقین، عین الیقین حق الیقین، علم و معرفت شریعت و حقیقت[9]۔ دوسری نوع میں مصطلحاتِ مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے: الحق، الحقیقہ، الوطنات، الطمس، الرمس، العلائق، الوسائط، الزوائد، الفوائد، الجاء، المنجا، الکلیہ، الکوائح، اللوائح، القامع، الطوارق، السر، النجوی، الاشارہ، الایما، الوارد، الانتباہ، الاشتباہ، القرار، الانزعاج۔ پھر توحید کی وضاحت کے لئے اہل طریقت کی اصطلاحات درج کی گئیں جو کہ اظہار اعتقاد کے لیے بغیر استعارہ کے استعمال ہوتی ہیں درج ذیل ہیں: العالم (عالم بالا اور عالم دنیا)، المحدث، القدیم، الازل، الابد، الذات، الصفت، الاسم، الضدان، الجواہر، العرض الجسم، السوال، الجواب، احسن القبیح، السفہ الظلم، العدل، الملک۔ اصطلاحات تصوف کی چوتھی اور آخری قسم میں اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے جو اہل لغت اور معانی سے مختلف صرف صوفیا کے درمیان رائج ہیں درج کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں: الخاطر، الواقع، الاختیار، الامتحان، البلاء، التحلی، التجلی، التخلی، الشرود، المقصور، الاصاح، الاصطفاء، الاصطلام، الرین، الغین التلبیس، الشرب، الذوق۔[10]

کتاب اللمع میں بھی اسی طرح باب نمبر 91 کے تحت اصطلاحات جمع کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ الحق بالحق للحق، منہ، بہ، لہ، حال، مقام، مکان، شاہدہ لوائح، لوامع، الحق، حقوق، تحقیق، حقیقت، الخصوص، خصوص، الحق الخصوص، اشارہ، ایما، رمتر، صفا، صفاء الصفاء، زوائد، جمع، تفرقہ، غیبت، غشیہ، حضور، صحو و سکر، سکر اور

[9] ہجویری، علی بن عثمان، شیخ، کشف المحجوب، مترجم، غلام معین الدین نعیمی اشرفی، دعا پبلی کیشنز، 2016، ص 363
[10] ایضاً، ص 370

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

عشیت میں فرق، صحود حضور، رفتار وبقاء مبتدی، مرید، مراد، وجد، تواجد وتساکر، وقت، البادی، وارد، خاطر، واقع، قادح، عارض قبض وبسط، نفس۔ حس، توحید عامہ، توحید خاصہ، تفرید تجرید، السر الجرد، مناجات محادثہ، مسامرہ، رویہ القلب، اسم، رسم، وسم، روح اور تروح، نعت، صفت، ذات خلق اور خالق، حجاب، دعوی، اختیار، اختبار، البلاء، اللسان، سر اللحظ، صحو، محق، اثر، کون، بون، وصل، فصل، اصل، فرع طمس، الرمس اور الدمس، قصم، سبب، نسبت، صاحب قلب، رب حال، صاحبِ مقام، بہ نفس ہونا، صاحب اشارہ، انابلاانا ونحن بلا نحن، اناانت وانت انا من تو شدم۔[11]

فارسی میں اصطلاحات پر ایک تشریحی کتاب "صد میدان" ہے۔ اس میں تصوف کی سو اصطلاحوں کی تشریحی اور معنوی وسعت بیان کی گئی ہے۔ یہ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کی تصنیف ہے جو انہوں نے 448ھ میں تحریر کی تھی اور جسے قاہرہ کی فرانسیسی سوسائٹی سے معروف مستشرق بور کی نے شائع کیا تھا۔ حافظ محمد افضل فقیر نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اسلامی بک فاونڈیشن لاہور نے یہ کتاب چھاپی ہے۔ یہ ایک طرح سے اصطلاحی قاموس ہے۔ کیونکہ اس میں اصطلاحات کا مفہوم یا مراد، اس کی قسمیں، علامات، مقاصد اور نشانات بیان کیے گئے ہیں، اس طرح ان تمام پہلوؤں سے اصطلاحات کے معنی متعین ہوتے ہیں۔

ایسی ہی ایک اور کوشش جو اردو زبان میں کی گئی، سر دلبراں" ہے جو نسبتاً زیادہ مستند بھی جاتی ہے۔ اسے سید ذوقی شاہ صاحب نے تحریر کیا۔ سید ذوقی نے اس کتاب میں اصطلاحات تصوف کو دو قسموں علمی اور شاعرانہ میں تقسیم کیا ہے۔ ایسے ہی قیوم خضر کی کتاب "خضر راہ" شائع ہوئی اس میں پانچ سو کے قریب اصطلاحات کی تشریح بیان گئی ہیں۔ قاضی عبدالکبیر منصور پوری کی کتاب "فرہنگ اصلاحات تصوف" جو کہ مکتبہ مغربی پاکستان اردو اکیڈی سے شائع ہو چکی ہے۔

سر دلبراں از سید محمد ذوقی (1878-1951)

سرِ دلبراں حضرت شاہ سید محمد ذوقی کی تصنیف ہے۔ آپ ایک صوفی، مصنف اور صحافی تھے۔ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ وہ تحریک آزادی کے راہنماؤں محمد علی جناح، محمد علی جوہر، شوکت علی محمد اقبال اور اکبر الہ آبادی کے ساتھی اور دوست تھے۔ آپ نے قیام پاکستان کی زبردست حمایت کی اور اس کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ انہوں نے قیام پاکستان کی پیشن گوئی کی تھی اور اس سلسلے میں قائد اعظم محمد علی جناح سے ان کی خط وکتابت بھی ہوئی تھی۔ سید محمد ذوقی سلسلہ چشتیہ کے نامور صوفی اور شیخ سید شاہ وارث حسن کوڑوی جہان آبادی کے جو مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت اور مجازِ بیعت تھے، انکے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کے اہم تصنیفی کارناموں میں ان کی کتاب **سرِ دلبراں** سر فہرست ہے۔ ان کے چار خلیفہ تھے۔ شاہ شہید اللہ فریدی، کپتان واحد بخش سیال، مولانا عبدالسلام، مولانا عمر۔ آپ کی وفات 9 ذوالحجہ 1951ء حج کے دوران مکہ میں ہوئی اور آپ کو عرفات میں دفن کیا گیا۔[12]

[11] سراج، ابو نصر، شیخ، کتاب اللمع فی تصوف، مترجم، سید اسرار بخاری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، 2000ء، ص 545

[12] سید محمد زوقی صاحب کے حالات اس سے زیادہ نہ مل سکے۔ راقم نے مجلس ذوقیہ کراچی رابطہ کیا مگر انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ ہم اپنے بزرگوں کے حالات زندگی کسی سے بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

سید محمد ذوقی صاحبِ تصانیف بزرگ تھے۔ان کی معروفِ زمانہ تصنیف سر دلبراں ہے جو در حقیقت حروفِ تہجی کی ترتیب پر صوفیانہ اصطلاحات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ "انسائیکلوپیڈیا آف صوفی ازم" کے نام سے ان کے خلیفہ کیپٹن واحد بخش سیال اور قاضی محمد سعید نے کیا ہے۔آپ نے اپنے مرشد حضرت مولانا شاہ وارث کے ملفوضات کو جمع کیا جس کا نام "شمامۃ العنبر" ہے۔آپ نے انگریزی زبان میں صوفی ازم کے عنوان سے ایک مضمون لکھا، کپتان واحد بخش سیال نے اس مضمون کا اردو میں ترجمہ کیا اس کا نام "حقیقتِ تصوف" ہے۔آپ کے ملفوظات آپ کے خلفاء شاہ شہید اللہ فریدی ، کپتان واحد بخش سیال نے "تربیت العشاق" کے نام سے جمع کئے جو آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

"سرِ دلبراں" کا اسلوب

ہمارے پیش نظر سر دلبراں ہے، اسکے آغاز میں انتہائی مختصر مقدمہ درج کیا گیا ہے اس میں شاہ محمد ذوقی کے شیخ سید شاہ وارث حسن نے چند کلمات حسنہ ارشاد فرمائے کہ:

"امابعد فقیر وارث شاہ حسن چشتی مدعا نگار ہے کہ لوگوں نے عربی، فارسی، اردو میں اصطلاحات صوفیہ میں کتابیں لکھیں ہیں لیکن جو خصوصیت اس تصنیف میں یعنی سید محمد ذوقی سلمہ اللہ میں ہے وہ اور کتب میں نہیں۔اس میں نہایت وضاحت اور عمدہ عبارت ہے اس لیے کہ ذوقی سلمہ اللہ کو حق تعالی نے ذوق صحیح عطا کیا ہے جو کم مصنفین میں ہوگا۔اس کتاب سے دو فائدے متصور ہیں۔ایک ذوق صحیح جو اصل اسلام ہے، اس کتاب کو پڑھ کر لوگوں کو حاصل ہوگا دوسرا بہت سی غلطیاں جو لوگوں میں مشہور ہیں، دور ہو جائیں گی۔"[13]

سید محمد ذوقی نے دیباچہ تحریر کیا، جس میں انہوں نے موجودہ حالات میں تصوف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "مذہب چند بے معنی رسوم کا مجموعہ نہیں بلکہ مالک حقیقی اور شہنشاہ ازلی کی جانب سے ہماری فلاح و بہبود کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کی قبولیت میں ہمارا فائدہ ہے اور جس سے رو گردانی میں ہمارا نقصان ہے۔اس کے دستور العمل کے مفید اور موثر ہونے میں اس کا وہ حصہ جو اندرونی اصلاح سے متعلق ہے اور جس کے بغیر ہماری ظاہری اصلاح چنداں مفید نہیں ہو سکتی، ہماری توجیہات کا بڑی قوت سے مطالبہ کرتا ہے۔اس اندرونی اصلاح ہی کے متعلقات کو روحانیت اور تصوف کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ افسوس یہ ہے کے اس کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں آج کل پھیل رہی ہیں جس کی وجہ سے بنی نوح انسان کا بڑا حصہ فلاح دارین کے صحیح راستے سے محروم رہتا ہے۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور صحیح معلومات باہم پہنچائی جائیں۔"[14]

[13] ذوقی، شاہ سید محمد، سرِ دلبراں، الفیصل پبلی کیشنز، 2020، ص9
[14] ذوقی، شاہ سید محمد، سرِ دلبراں، ص10

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

ذوقی صاحب اس کتاب کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہے کہ : "اس میں مصطلحات صوفیہ سے بحث کی گئی ہے تاکہ سالکین کے رموز و کنایات پر روشنی ڈالی جائے، سالکان راہ طریقت اور شاہ سواران میدان معرفت کے انداز بیان کی خصوصیت کو آشکار کیا جائے اور فنا و بقا کی منزلوں کو عبور کرنے والے پہلوں کی زبان کی باریکیوں کی تشریح کر دی جائے۔ ان مصطلاحات کے تحت میں جو بحثیں آگئی ہیں ان سے تصوف کے مختلف پہلوں کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے گو تصوف ایک عملی چیز ہے جس تک شیخ کامل کی راہنمائی کے بغیر رسائی تقریبا محال ہے تاہم اس کتاب کے بغور مطالعہ سے اس فن کی مشکل کتابوں پر بھی عبور آسان ہو جائے گا۔ [15]"

اس کتاب کے آغاز میں صوفیہ کے اقوال کی روشنی میں تصوف کی تعریفات درج کی گئی ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تصوف مشتق ہے اصطفاء سے، جو برگزیدہ ہو وہی صوفی ہے"۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "درگاہِ الٰہی میں بے غم زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے"۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صوفی وہ ہے جو نصیحت ایسی کرے جس پر خود عامل ہو چکا ہو"۔ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کم کھانا، خلق سے بھاگنا اور خالق کی عبادت کرنا تصوف ہے"۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تصوف اس کو کہتے ہیں کہ تو تمام تکالیف کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرے اور ماسوائے اللہ کو ترک کر دے"۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تصوف وہ لوگ ہیں جو صوف کا کپڑا پہنتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جو اصحاب صفہ کے مشرب پر ہوں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اسم صوفی صفا سے مشتق ہے اور صوفی اہل صفا میں سے ہوتا ہے۔[16]

پھر تصوف پر ایک جامع مضمون درج کیا ہے جس میں پہلے تو تصوف کی بنیاد اور اصل کو حدیثِ جبریل سے ثابت کرتے ہیں۔ پھر اس مضمون میں اسم صوفی کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

"اسم صوفی بعد کی چیز ہے مگر جس بات پر دلالت کرتا ہے یہ بعد کی چیز نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہ کسی کو صوفی کہتے تھے، نہ عالم، نہ حافظ، نہ فقیہ، نہ محدث اور نہ مفسر۔ اس زمانے کی سب سے بڑی صفت یہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہو تو صحابی کہلائے، اس کے بعد کا زمانہ تابعین کا زمانہ تھا اور اس کے بعد تبع تابعین کا زمانہ تھا۔ ان تینوں زمانوں کے بعد جب اسلام دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا اور فتنوں کا بھی دور شروع ہوا اور بدعات پھیلنے لگیں تو اہل حق نے اپنے آپ کو صوفی کہا اور سول خدا ﷺ کی ظاہری اور باطنی پیروی میں اپنے آپ کو مستحکم کیا، لفظ صوفی دوسری صدی ہجری کے اختتام سے قبل شہرت پا چکا تھا۔"[17]

[15] ایضا، ص10
[16] ایضا، ص14
[17] ایضا، ص16

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

پھر اسی مضمون میں بعض لوگوں کے اس مغالطے کا جواب دیتے ہیں جو کہتے ہیں تصوف اسلام سے الگ چیز ہے فرماتے ہیں: "یہ مغالطہ لاعلمی یا قلتِ معلومات یا کج فہمی کا نتیجہ ہے"۔ تصوف مکمل اسلام ہے، اسلام کی روح ہے، اسلام کا حسن و جمال ہے، بلکہ اسلام کا کمال ہے۔ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ کی تصدیق ہے۔[18] إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ کی تفسیر ہے۔[19] وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کی تکمیل ہے۔[20]

محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت گزری ہے جنہوں نے ایک عرصہ تک گروہ صوفیہ سے اختلاف رکھا مگر بعد میں جب اللہ تعالی نے انہیں بصیرت عطا فرمائی تو اپنی روش سابقہ سے تائب ہوئے اور صوفیائے اکرام کی جانب رجوع کیا۔ امام مالک، امام غزالی، ابن حزم، ابن جوزی، قاضی شوکانی رحمہم اللہ کا پہلے صوفیا کرام سے اعراض رہا مگر شرحِ صدر کے بعد تصوف کی طرف آئے۔[21]

سید محمد ذوقی صوفیہ کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔ (الف) صوفی (ب) متصوف (ج) مستصوف۔ آپ فرماتے ہیں کہ صوفی صاحبِ وصول ہے جو مقتضیات طبائع سے آزاد ہو کر حقیقت سے پیوستہ ہو گیا ہو اور اپنی ذات سے فانی ہو کر حق سے باقی رہے۔ متصوف صاحبِ اصول ہے وہ مجاہدہ سے مرتبہ وصول تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہو۔ مستصوف صاحبِ فضول ہے جس نے دنیا کمانے کے لئے صوفیوں کی سی صورت بنا رکھی ہو مگر کمالات صوفیہ میں سے کوئی حصہ نہ حاصل کیا ہو۔[22]

تصوف و فقر میں فرق بیان کرتے ہیں کہ صوفی کا مرتبہ فقیر سے بالاتر ہے۔ فقیر دنیا میں اپنے کو کسی چیز کا مالک نہیں قرار دیتا اور اس کے فقر اختیار کرنے کا باعث ان تین میں سے ایک ہوتا ہے: (الف) حلال مال کا حساب دینا پڑے گا اور حرام کمائی پر گرفت ہو گی۔ (ب) توقع فضیلت و ثواب اور دخول جنت میں امراء پر پانچ سو برس کی مسافت ہو گی۔ (ج) طلب جمعیتِ خاطر اور فراغت قلبی طاعات کے لئے اور عبادات میں حضور دل کا حصول۔ یہ حالت فقیر اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے اپنے اوپر لاتا ہے۔ حالانکہ صوفی اپنے ارادہ کو حق تعالی کے ارادہ میں بالکل فنا کر دیتا ہے۔ حق تعالی چاہتا ہے تو اس پر فقر طاری کر دیتا ہے اور چاہتا ہے اسے اہل غنا کے لباس میں پوشیدہ فرماتا ہے اور وہ ہے کہ فقر و غنا میں اپنے آپ کو یکساں رکھتا ہے۔[23]

[18] الزمر 3:39
[19] الانشقاق 6:84
[20] المزمل 8:73
[21] ذوقی، شاہ سید محمد، سرِ دلبراں، ص 22
[22] ایضا، ص 24
[23] ایضا

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

سید محمد ذوقی نے حروف تہجی کی ترتیب سے اصطلاحات کی وضاحت کی ہے۔اصطلاحات کی وضاحت میں آسان زبان اختیار کی گئی ہے اور اسکے تحت قرآنی آیات لاتے ہیں اور احادیث نبویہ لاتے ہیں۔ذوقی صاحب نے اپنی کتاب میں 107 قرآن مجید میں سے آیات درج کی گئی ہیں 134 احادیث نبویہ ﷺ مختلف کتب احادیث سے منتخب کی گئی ہیں۔اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ مشکل مضامین حتی الوسع آسان عبارت اور عام پیرائے میں بیان کئے جائیں۔

سید محمد ذوقی نے بعض جگہ پر فاری ادب سے سہارہ لیتے ہوئے اشعار درج کئے ہیں، کئی مقامات پر تو پورا پورا کلام ہی درج کر دیتے ہیں۔ مثلا عشق کی وضاحت کرتے ہوئے جلال الدین رومی کا کلام نقل کرتے ہیں:

اے طبیب جملہ علت ہائے ما	شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے افلاطون وجالینوس ما	اے دوائے نخوت وناموس ما
کوہ در رقص آمد وچالاک شد	جسم خاک از عشق بر افلاک شد
عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت	ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق دریائیست قعرش ناپدید	در نگنجد عشق در گفت وشنید
صد قیامت بگذواں ناتمان	شرح عشق از من بگویم بر دوام
نیست بیماری چو بیماری دل	عاشقی پیدا است از زاری دل
عاشقان را ملت ومذہب خداست	ملت عشق از ہمہ دیناجداست

سید میں ذوقی اشعار کی صورت میں اصطلاحات کی وضاحت میں جلال الدین رومی، خواجہ میر درد، حافظ سعدی شیرازی، مرزا غالب، عطار، عبدالرحمن جامی، فروغی، امیر خسرو، د خواجہ عبیداللہ احرار، بندہ نواز، فیضی، معینی، محمد مکی، احمد الجامی، محمد بو علی شاہ قلندر، سلطان جلال الدین قریشی، شاہ حسین بلخی، امداد، تراب، نیاز مظہر حسین جان جاناں، بہاءالدین آملی، احمد جام، شیخ جمال دہلوی کا کلام شامل کرتے ہیں۔

ضمیمہ جات کا اندراج

آخر میں چھ ضمیمہ جات درج کئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ضمیمہ نمبر 1: اس ضمیمہ میں نقشوں کے ذریعے مراتب وجود کے مضامین درج ہیں۔

ضمیمہ نمبر 2: اگرچہ اصطلاحات کی ترتیب میں حروف تہجی کی ترتیب کا عموماً لحاظ رکھا گیا ہے لیکن دیگر بعض اصطلاحات کی بھی وضاحت ہو گئی ہے، چناچہ جملہ اصطلاحات کو اس ضمیمہ میں انڈیکس اصطلاحات کی تحت کے دوران میں آگئے ہیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

ضمیمہ نمبر3:اس ضمیمہ میں ان مفید مضامین کاانڈیکس دے دیا گیا ہے جو اصطلاحات پر بحث کے دوران آگئے ہیں۔

ضمیمہ نمبر4:اس ضمیمہ میں وہ آیات قرآنی مع حوالہ جات جمع کر دی گئی ہیں جو سر دلبراں میں مختلف مواقع پر لائی گئی ہیں۔

ضمیمہ نمبر5:اس ضمیمہ میں جملہ احادیث اکٹھی کر دی گئی ہیں جو اس کتاب میں جابجا درج ہیں۔

ضمیمہ نمبر6:اس میں سب وہ اشعار ایک جگہ دے دیئے گئے ہیں جو مختلف مواقع پر آئے ہیں۔

سرِ دلبراں کا ماخذ

سر دلبراں جو کہ اردو میں اصطلاحات تصوف کی سب سے قدیم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے اس کتاب کا ماخذ امام کلا بازی(380ھ) کی التعرف فی مذہب التصوف ہے ،اگرچہ یہ کتاب صوفیہ کے عقائد واحوال سے متعلق ہے لیکن اس میں اصطلاحات ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔[24] اگر ہم التعرف کے ابواب کو دیکھیں تو ہمیں یہ چیز نظر آتی ہے کہ امام کلا بازی نے ہر ایک اصطلاح کے متعلق مختلف اقوال درج کئے ہیں تاکہ متعلقہ اصطلاح کی وضاحت ہو سکے۔مزید یہ کہ التعرف میں اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہوئے امام کلا بازی نے عربی اشعار استعمال کئے ہیں جبکہ سر دلبراں کے مؤلف نے فارسی اشعار سے مدد لی ہے۔مثلاً التعرف میں جب امام کلا بازی نے فنا وبقا کی وضاحت کی تو اس ضمن میں یہ اشعار نقل کئے:

فَظَلَّ يُبْقِيهِ فِي رَسْمٍ لِيُبْدِيَهِ أَفْنَاهُ عَنْ حَظِّهِ فِيمَا أَلَمَّ بِهِ
لِيَأْخُذَ الرَّسْمَ عَنْ رَسْمٍ يُكَاشِفُهُ وَالسَّيْرُ يَطْفَحُ عَنْ حَقٍّ يُرَاعِيهِ

"اس(اللہ) نے اسے نفس کے حصے اور ذاتی رغبت سے مٹا دیا،اُس چیز سے جو اُس پر وارد ہوئی۔پس اس(اللہ) نے اُسے ظاہری صورت میں برقرار رکھا تاکہ اس کے ذریعے باطنی حقیقت کو آشکار کرے۔تاکہ وہ انکشاف کے ذریعے ایک نقش کو دوسرے نقش سے حاصل کرے۔اور(سالک کا) سفر اُس حق سے بھی آگے بہہ جاتا ہے جس کی وہ رعایت کر رہا ہوتا ہے۔"[25]

محبت کے بارے میں اقوال بیان کرتے ہوئے یہ شعر نقل کیا:

أَصْبَحْتُ أُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبَّ الْهَوَى وَحُبًّا لِأَنَّكَ أَهْلٌ لِذَاكَ

"میں تجھ سے دو سبب سے محبت کرتا ہوں۔ایک فطری محبت(دل کی خواہش کی بنا پر)اور ایک اس لیے کہ تُو محبت کے لائق ہے۔"[26]

[24] نفیس اقبال،چند صوفیانہ اصطلاحات،ص15

[25] الکلا بازی،کتاب التعرف المذہب اھل التصوف،ص198

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

اگر سر دلبراں کی بات کی جائے تو اس میں بھی فارسی اشعار کا سہارہ لیا گیا ہے۔ مثلاً تجرید و تفرید کو بیان کرتے ہوئے امیر خسرو کا شعر نقل کرتے ہی:

خِرَد و ضَمِیر و هوش و دِل و جان و چَشمِ من شُد زِ ہمہ خِیال خالی بجُز از خِیالِ رُویت

"میرے دل و دماغ سے ہر خیال مٹ گیا، سوا تیرے چہرے کے خیال کے۔ میری عقل، ضمیر، ہوش، دل، جان اور آنکھ - سب تُو ہی بن گیا۔"[27]

پھر اس کی وضاحت میں حافظ شیرازی کا شعر نقل کرتے ہیں:

جان و دلِ تو، حافظ! بَستہ دامِ آرزوست اَے مُتَعَلّق خجل دم از مَجری

"اے (دنیا سے) وابستہ انسان! اپنی سانس خواہش و حرص کے راستے سے مت نکال، کیونکہ اے حافظ! تیرا دل و جان ابھی آرزو کے دام میں بندھا ہوا ہے۔"[28]

ممکن ہے کہ سید محمد ذوقی صاحب نے التعرف کو بنیاد بنایا ہو۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیگر بہت سی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے التعرف میں اصطلاحات کو ابواب کے تحت لکھا گیا ہے، جبکہ سید محمد ذوقی صاحب نے اصطلاحات کو حروف تہجی کے تحت بیان کیا ہے۔ اب ذیل میں سرِ دلبراں کے حوالے سے چند اصطلاحات کو بیان ہو گا:

(ا) کیفیات سے متعلق چند اصطلاحات کا بیان

حال اور مقام

اہل تصوف کے مخصوص الفاظ میں ایک لفظ حال بھی ہے۔ حال ایک کیفیت ہے جو بغیر ارادہ اور بغیر سعی کے صوفیاء کرام کے قلوب پر طاری ہوتی ہے۔ مثلاً طرب، غم، بسط، بے قراری، ہیبت اور احتیاج۔ احوال اللہ کے عطا کردہ ہوتے ہیں اور مقامات سعی و کوشش کسی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اہل تصوف کے نزدیک احوال، سعی اور کوشش کے ذریعے حاصل نہیں ہوتے جبکہ مقامات کو حاصل کرنے کے لئے محنت و سعی کا ذریعہ اپنانا پڑتا ہے۔

سید محمد ذوقی صاحب نے حال اور مقام کی ان الفاظ میں وضاحت کی: "حق تعالی کی جانب سے جو واردات سالک کے دل پر مثلِ قبض و بسط یا حزن و طرب یا ہیبت و انس یا مستی و بے خودی یا ازاقسام دیگر اچانک وارد ہوں حال ہے۔ سالک کی بے عملی اور بے اتفاقی سے حال زائل ہو جاتا ہے۔ جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کی ملکہ راسخہ بن جاتا ہے تو اُسے مقام کہتے ہیں۔ حال آتا ہے اور جاتا ہے۔ مقام میں استقلال ہوتا ہے۔ حال سے سابقہ اصحاب تلوین کو رہتا ہے۔ اور مقام، اصحاب تمکین کا حصہ ہے۔ اس لیے حال سے مقام بھی ہوتا ہے"۔[29]

[26] الکلاباذی، کتاب التعرف المذہب اھل التصوف، ص172
[27] ذوقی، سر دلبراں، ص142
[28] ایضاً
[29] ذوقی، سر دلبراں، ص168

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

صاحب مقام اپنی منزل پر ٹھہرا رہتا ہے اور صاحب حال اپنے مقام سے ترقی کرتا ہے (اور مقام کے بعد حال کی کیفیت کا حصول ممکن بناتا ہے)۔ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کا فرمان ہے: "عارف ابھی یہاں تھا مگر ابھی چلا گیا (یعنی وہ مقام سے حال اور حال سے اعلیٰ کیفیت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے)۔[30] بعض اہل تصوف کا کہنا ہے کہ احوال بجلی کی مانند ہوتے ہیں اور اگر باقی رہ جائیں تو نفس کی باتیں ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ احوال اپنے اسم کی مثل ہیں جیسے موجودہ زمانہ حال ہے لیکن ایک پل بعد ہی وہ ماضی بن گیا اور ایک نیا زمانہ جو مستقبل تھا وہ حال بن گیا اور ایک پل بعد ہی وہ زمانہ بھی ماضی بن گیا، علی ہذا القیاس اسی طرح مسلسل ہوتا ہے۔ یعنی یہ قلب پر اثر انداز ہوتے ہی فوراً زائل ہو جاتے ہیں۔ اہل تصوف اس قول کی تائید میں شعر پیش کرتے ہیں:

وَكُلُّ ما حالَ فَقَدْ زالا　　لَوْ لَمْ تَحُلْ ما سُمِّيَتْ حالًا
يَأْخُذْ فِي النُّقْصِ إذا طالًا　　أَنْظُرْ إلى الفَيْءِ إذا ما انْتَهى

"اگر یہ حال تغیر پذیر نہ ہوتا تو اسکا نام حال نہ ہوتا، اور ہر حال زائل ہو کر رہے گا۔ دیکھو سایہ کی طرف جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو چھوٹا ہونا شروع ہو جاتا ہے لمبا ہونے کے بعد۔ (یعنی حال ہر وقت تبدیل ہوتے رہتے ہیں)۔[31]

بعض اہل تصوف نے احوال کے بقاء اور دوام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب احوال دائم نہیں ہوتے تو انہیں "لوائح اور "بوادہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لوائح اور بوادہ کی حالت کا حامل ابھی تک احوال کو پہنچ نہیں سکا۔ لوائح اور بوادہ جب دوام اختیار کر جاتے ہیں تو احوال کہلاتے ہیں۔ شیخ ابو عثمان جبری کا فرمان ہے کہ چالیس سال سے میں ایک ہی حال میں ہوں۔ جس حال میں اللہ نے مجھے رکھا ہے میں اس میں خوش ہوں، میں نے کبھی برا محسوس نہیں کیا۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ حالت رضا میں رہے ہیں۔ رضا بھی احوال میں سے ایک ہے، لہذا یہ ثابت ہوا کہ جن اہل تصوف کا قول ہے کہ احوال بقاء و دوام کا نام ہیں انہوں نے درست کہا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک صفت کسی انسان کے لئے مشرب بن جاتی ہے کہ وہ اسی میں تربیت اور پرورش پاتا رہتا ہے لیکن اس شخص کے احوال اور بھی ہوتے ہیں، جو وقتی طور پر اسے پیش آتے ہیں۔ یہ دوسرے احوال ان احوال کے مانع نہیں ہوتے بلکہ اسکی عادت ثانیہ بن جاتے ہیں۔ یہ احول بھی پہلے احوال کی طرح دوام اختیار کر جاتے ہیں تو پہلے سے بھی زیادہ اعلیٰ و ارفع حال کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ اس طرح بندہ بہت زیادہ لطیف حال کو حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے:[32]

[30] قشیری، عبدالکریم، امام، رسالہ قشیریہ، مترجم مفتی محمد وسیم القادری، مشتاق بک کارنر، لاہور، 2020، ص168
[31] ایضاً
[32] قشیری، رسالہ قشیریہ، ص168

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي حَتَّى أَسْتَغْفِرَ اللَّهَ تَعَالَى فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً

"بے شک میرے قلب پر پردہ آجاتا ہے یہاں تک کہ میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔"[33]

شیخ ابو علی دقاق علیہ الرحمہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ اپنے احوال میں ہر وقت ترقی پا کر بلند تر ہوتے جاتے تھے۔ لہذا جب آپ ﷺ ایک حال سے بلند ہو کر دوسرے حال منتقل ہوتے تو بسا اوقات آپ کی نگاہ پہلی حالت پر پڑ جاتی ان کو ایسا معلوم ہوا کہ بعد کی حالت پہلی حالت کے لئے بادل کا کام کرتی ہے گویا کہ پہلے اس حال پر پردہ تھا اور اب کھل کر سامنے آگیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے حال مسلسل ترقی پذیر تھے اور اللہ تعالیٰ کے لطف و قدرت کی انتہا نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا حق ہماری دسترس سے باہر ہے، اس تک پہنچنا محال ہے۔ لہذا بندہ ہمیشہ اپنے احوال میں ترقی پذیر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جس کیفیت و حالت میں بندہ پہنچے اس سے بلند تر کیفیت میں اسے منتقل فرماتا رہے۔ اہل تصوف کا ارشاد ہے حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ: ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔ یعنی نیک لوگ جن کو نیکیاں خیال کر کے اس مقام پر رک جاتے ہیں۔ مقربین جب اس مقام سے آگے پہنچتے ہیں تو انہیں وہ مقام کم تر دکھائی دیتا ہے۔ سید الطائف شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے اس قول کے بارے میں سوال کیا گیا ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

فَتَطْهُرُ كِتْمَانًا وَتُخْبِرُ عَنْ جَمْعٍ طَوَارِقُ أَنْوَارٍ تَلُوحُ إِذَا بَدَتْ

"یہ اچانک اُترنے والی انواری تجلیّات ہیں، جو ظاہر ہوتے ہی چمکنے لگتی ہیں۔ پھر وہ (حالت) پاک ہو جاتی ہے، چھپی ہونے کے باوجود باطنی جمعیت کے اسرار بتا دیتی ہے۔"

عبدالکبیر منصور پوری لکھتے ہیں: "منجانب اللہ جو واردات قلبِ سالک پر مثلِ حزن و طرب، قبض و بسط، ہیبت و انس یا مستی و بیخودی یا اقسام دیگر جو اچانک وارد ہوں، حال ہے۔ سالک کی بے عملی سے یہ حالت بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کا ملکہ راسخہ بن جاتا ہے تو اسے مقام کہتے ہیں۔ حال آتا ہے اور جاتا ہے۔ مقام میں استقلال ہوتا ہے۔ حال اصحاب تلوین کا حصہ ہے اور مقام اصحاب تمکین کا حصہ ہے۔"[34]

قبض و بسط

قبض و بسط کی تعریف میں ذوقی صاحب لکھتے ہیں: "وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور ان کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں"[35] واضح رہنا چاہیے کہ قبض و بسط سالک کی دو حالتوں کا نام ہے جو بندے کی طاقت سے باہر ہیں۔ انسان نہ ان کے آنے پر قادر ہے اور نہ اس کے جانے پر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[33] داؤد، سلمان بن اشعث، امام، سنن نسائی، حدیث نمبر 1515

[34] منصور پوری، عبدالکبیر، قاضی فرہنگِ اصطلاحات تصوف، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، 2011ص59

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ[36]:"اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے۔"

قبض اس حال کا نام ہے جو بحالتِ حجاب دل پر چھائے اور بسط اس کیفیت کا نام ہے جس کو دل پر چھائے ہوئے حجاب کا ارتفاع کہتے ہیں۔ یہ دونوں حق ہیں، ان میں بندے کا اختیار نہیں ہے۔ عارفین کے احوال میں قبض ایسا ہے جیسے کہ مریدوں کے احوال میں خوف اور اہل معرفت کے احوال میں بسط ایسا ہے جیسے مریدوں کے احوال میں رجا یعنی امید۔ یہ تعریف اس گروہ کے موافق ہے جو اس طرح معنی بیان کرتے ہیں۔[37]

مشائخ طریقت کی ایک جماعت کہتی ہے قبض کا مرتبہ بسط کے مرتبہ سے زیادہ بلند ہے۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کریم میں قبض کا ذکر بسط سے پہلے آیا ہے۔ دوسرے یہ کہ قبض میں گداز اور قہر ہے اور بسط میں نوازش و مہربانی ہے۔ لامحالہ بشریت کے اوصاف کو فنا کرنا، اور نفس کو مغلوب کرنا، پرورش و مہربانی سے افضل ہے کیونکہ وہ بہت بڑا حجاب ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ بسط کا مرتبہ قبض کے مرتبہ سے بلند تر ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں قبض کا پہلے ذکر فضیلت کی علامت نہیں کیونکہ اہل عرب کی عادت ہے کہ اس چیز کو پہلے بیان کرتے ہیں جو فضیلت میں بعد ہو جیسا کہ ارشاد ہے:

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ[38]

"یعنی بعض بندے جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور بعض بندے میانہ رو ہوتے ہیں اور بعض بندے حکم الٰہی سے نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔"

بعض مشائخ فرماتے ہیں قبض و بسط دونوں کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ یہ دونوں حق تعالیٰ کی طرف سے بندے کے شامل حال ہوتے ہیں کیونکہ جب ان کے معانی دل پر اثر کرتے ہیں تو اس وقت بندے کا باطن یا تو مسرور ہوتا ہے اور نفس مغلوب ہے یا پھر باطن مغلوب ہوتا ہے اور نفس مسرور۔ ایک سے دل کے قابض میں اس کے نفس کی کشادگی ہے اور دوسرے سے باطن کی کشادگی میں اس کے نفس کا قابض ہے۔[39]

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دلوں کا قبض نفسوں کی کشادگی میں ہے اور دلوں کی کشادگی نفسوں کے قبض میں ہے۔ لہذا قبض شدہ نفس خلل سے محفوظ ہے اور بسط شدہ باطن زوال سے مضبوط ہے۔ اس لئے کہ محبت میں غیرت بری ہے اور قبض میں غیرت الٰہی علامت ہے۔ محبوب کو محب کے ساتھ عتاب کرنا شرط ہے۔ اور بسط معاتبت کی علامت ہے آثار میں مروی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تمام عمر روتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ہنستے رہے۔ کیونکہ

[35] ذوقی، سر دلبراں، ص333
[36] البقرہ245:2
[37] ہجویری، کشف المحجوب، ص735
[38] فاطر32:35
[39] ہجویری، کشف المحجوب، ص358

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

حضرت یحیی علیہ السلام قبض کو قبول کئے ہوئے تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام بسط کو۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو حضرت یحییٰؑ کہتے کہ اے عیسی آپ قطعیت یعنی جدائیگی سے محفوظ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں تم رحمت سے مایوس ہو اس لئے کہ تمہارا رونا تو ازلی علم کو بدلتا ہے اور نا ہی میرا رونا قضائے الٰہی کو پلٹتا ہے۔[40]

سکر و صحو

سکر کے بارے سید محمد ذوقی نے لکھا کہ حیرت و وحشت، غایت بے خودی و مدہوشی، تعطلِ عقل، جو مشاہدہ جمال معشوق کا نتیجہ ہو۔ یہ جو حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے اور طرب والتذاذ کا باعث ہوتی ہے۔ جب کہ عارف کا غیبت سے احساس کی جانب واپس آنا صحو کہلاتا ہے۔[41] صوفیہ کے نزدیک جب سالک کے دل پر کوئی قوی کیفیت وارد ہوتی ہے تو اس کو عالم ظاہر سے ایک قسم کی بے خبری ہو جاتی ہے اور ایک سرور حاصل ہوتا ہے تو اسے سکر کہتے ہیں۔ سکر کے لغوی معنی نشے کے ہیں۔ سکر فنا سے کم درجے کی کیفیت ہے۔ سکر کا مطلب ہے کسی حال کا غالب آجانا۔ سکر میں ظاہر و باطن کے احکام کا امتیاز جاتا رہتا ہے۔

صحو، سکر کی حالت سے ہوش کی حالت میں واپس آنے کو کہتے ہیں۔ حالتِ سکر میں حضرت منصور سے "انا الحق" اور حضرت بایزید بسطامی سے "سبحانی ما اعظم شانی" صادر ہوا۔[42] صحو عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ابر کے بغیر صاف و شفاف دن کے ہیں۔ صحو کی نسبت اگر انسان کی طرف ہو تو پھر اس کا مطلب جنون و مدہوشی سے پاک ذہنی حالت ہے۔ صحو کا مطلب حالت ہوش میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔ اہل صحو حقیقت اشیاء کو دیکھتے ہیں۔ اہل صحو کے لئے صبر اور رضا کے مقامات مخصوص ہیں۔ اسرار الٰہی کی حفاظت بھی صحو کی حالت میں ہو سکتی ہے۔ اس لیے عارف اور سالک خفی باتوں کو عام آدمی کے سامنے بیان نہیں کرتے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحو پر زور دے کر پابندی شریعت کی اہمیت بڑھائی اور خدمت خلق کا میدان ہموار کیا۔ ان کے نزدیک صحو کا درجہ سکر سے بڑا ہے اور خالص توحید کی مکمل صورت مدہوشی اور عالم سرشاری سے نکل کر بحال ہوئی۔ تصوف میں فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد پھر اس دنیا کے مقام میں واپس آنا ہوتا ہے تاکہ بنی نوع انسان کی خدمت کر سکے اور عوام کے دکھ درد میں شریک ہو اور ان میں رہ کر ان کی ذمہ داریوں کو پورا کرے جو اسوۃ حسنہ کی شکل میں اسلام میں آئی ہیں۔ یہ بات صرف حالت صحو میں ہو سکتی ہے سکر میں نہیں۔[43]

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی صاحب صحو کو صاحب کمال گردانا ہے اور صحو کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ صحو پر غفلت اور صحو بر محبت۔ جبکہ صوفی کی حالت کمال یہ ہے کہ وہ ہوش میں آجائے یعنی حالت صحو میں رہے کیونکہ صوفی جب ہوش کی حالت میں واپس آتا ہے تو وہ اس حالت میں بھی حالت فنا کے تجربات کا

[40] ایضا
[41] ذوقی، سر دلبراں، ص230
[42] اقبال، چند صوفیانہ اصطلاحات، ص160
[43] ایضا

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ خزانہ اس کے باطن سے معرفت کی شعاع بن کر پھوٹتا ہے اور دوسرے لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ معاشرے میں ایک صوفی کی واپسی ایک بدلے ہوئے کامل تر وجود کے ساتھ ہوتی ہے۔ حالت صحو میں صوفی کے پاس وسیع علم کے ساتھ بھرپور تجربہ بھی ہوتا ہے۔ وہ بیک وقت ذات خداوندی میں بھی رہتا ہے اور اپنے معاشرے میں بھی رہتا ہے۔ حالت صحو میں اس کی ذات فیض رسانی کا ذریعہ بنتی ہے۔[44]

فنا و بقاء

سید محمد ذوقی صاحب لکھتے ہیں کہ فنائیت، عدم شعور کو کہتے ہیں۔ ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے۔ بے خودی یعنی خودی کا ہوش نہ رہنا۔ اسے ہوش نہ رہنے کا بھی ہوش نہ رہے تو اسے فناء الفناء کہتے ہیں۔[45] اہل تصوف کی اصطلاحات میں فنا اور بقا بھی ہے۔ اہل تصوف فنا سے مذموم اوصاف ساقط ہونا مراد لیتے ہیں اور ان کے نزدیک بقاء سے مراد بندے کا اوصاف محمود کے ساتھ قائم ہونا ہے۔ بندہ میں فناء یا بقا دونوں قسموں میں سے ایک صفت ضرور موجود ہوتی ہے۔ ایک صفت کی نفی سے لامحالہ دوسری صفت کا اثبات ہوتا ہے۔ جو بندہ اپنے اوصاف مذمومہ سے فناء ہو چکا ہو اس پر صفات محمودہ ظاہر ہونے لگتے ہیں جس پر صفات مذموم غالب آتی ہیں اس سے صفات محمودہ پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ بندہ جن اوصاف سے موصوف ہوتا ہے وہ یا افعال ہوتے ہیں یا اخلاق یا احوال۔ **افعال** وہ صفات ہیں جن میں بندہ اپنے اختیار سے تصرف کرتا ہے۔ **اخلاق** وہ صفات ہیں جو انسان میں فطری طور پر پائے جائیں۔ البتہ کسی صفت کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ **احوال** کا دارو مدار اخلاق پر ہے احوال وہ صفات ہیں جو شروع میں بندے پر ظاہر ہوتے ہیں، مگر ان کی پاکیزگی کا دارو مدار اعمال کی پاکیزگی پر ہے۔ اس اعتبار سے احوال بھی اخلاق کی طرح ہیں[46]۔

جب بندہ قلب سے برے اخلاق کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور اپنی کوشش سے اپنے خراب اخلاق کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالی اپنے کرم سے اس کے اخلاق کو بہتر سے بہترین کر دیتا ہے۔ جب بندہ اپنی کوشش صرف کر کے اپنے اعمال کا تزکیہ کرتا رہتا ہے اللہ تعالی اپنے کرم سے اس کے احوال کو پاک کرتا ہے، بلکہ کمال کے ساتھ احوال کو اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ لہذا جس بندے نے ان افعال کو ترک کر دیا جو شرعاً مذموم ہیں تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ اپنی شہوت سے فنا ہو چکا ہے اور جب اپنی شہوت سے فنا ہو گیا ہے تو اپنی نیت اور اخلاص کے ساتھ اپنی بندگی میں باقی رہے گا۔ جو بندہ قلب کو دنیا سے موڑ لیتا ہے، اسکے متعلق کہا جاے گا کہ اس کی ہر طرح کی رغبت فنا ہو گئی۔ وہ صدق قلب سے رجوع الی اللہ تعالی کے مرتبہ پر قائم رہے گا۔ جو بندہ کوشش کر کے اپنے اخلاق کو ٹھیک کر لے اور اپنے دل سے حسد،

[44] ایضا، ص120
[45] ذوقی، سر دلبراں، ص331
[46] قشیری، رسالہ قشیریہ، ص181

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

بخل، غصہ، تکبر اور اس قسم کے دیگر رذائل اخلاق نکال باہر کرے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ رذائل اخلاق سے فنا ہو گیا۔ جب رذائل اخلاق سے فنا حاصل ہو گئی تو بندہ صدق کے ساتھ باقی رہے گا۔ جس بندے پر حقیقت کا غلبہ ہو حتی کہ بنداللہ کے ماسوا کسی کی کونہ دیکھے نا اصل کونہ ہی اس کے نشان، کو ایسے بندے کے بارے میں کہا جائے گا مخلوق سے فنا ہو گیا اور حق کے ساتھ باقی رہا۔

(ب) سلوک سے متعلق اصطلاحات

مرشد

مرشد سے مراد پیر، رہنمائے کامل، راستہ دکھانے والا، راہِ رشد عطا کرنے والا، صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرنے والا ہے۔ سید محمد ذوقی صاحب نے مرشد کی جگہ لفظ شیخ کا استعمال کیا ہے اور اسکی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ ہادی طریقت، رہنما، استاد، طالبانِ حق کو اپنی تعلیم و تربیت اور اپنے توسل و فیضانِ باطنی اور اپنے تصرف سے وصول الی اللہ تک پہنچانے والا، بوجہ صاحب ارشاد ہونے کے وہ نائب رسول ہوتا ہے۔ جو کام کہ پیغمبر خدا نے اپنی حیات ظاہری میں کیا اسے بعد کے زمانوں میں جاری رکھتا ہے۔ اُسے عالم ملک و ملکوت میں حق تعالی کی جانب سے تصرف عطا ہوتا ہے۔ مقام مشیخیت، مقام ولایت سے بالا تر ہے۔[47]

مرید

مرید سے مراد ہے مرشد کا پیروکار، بیعت کرنے والا، طالب ہدایت۔ مرید کے بارے میں ذوقی صاحب نے فرماتے ہیں کہ مرید وہ شخص ہے جس کا ارادہ حق تعالی کے ارادہ میں محو ہو گیا ہو۔ جس کے لئے اسمائے الٰہی کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اور اُس دروازہ سے وہ متوصل الی اللہ ہو گیا ہو۔ جو ماسوا سے منقطع ہو کر حق سے ملحق ہو گیا ہو[48]۔

سلوک

خدا تک پہنچنے کا راستہ بطریق سیرِ کشفی عیانی، نہ کہ بطریق استدلال۔ اس راستہ پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ وقت خاص یا اوقات خاص میں مبتدی پر یاد باری تعالی کا وہ درجہ غالب ہوتا ہے کہ دوسرے خیالات محو ہو جاتے ہیں۔ یہ منجانب اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو باعث ترقیات مزید ہے۔ اس حالت کو صفائی کہتے ہیں۔ جو پہلی قسم ہے صفائی قلب کی۔ کیونکہ یہ حالت مبتدیوں پر طاری ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کے صوفی کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ صوفی پر جب ایسے اوقات آتے ہیں جن میں

[47] ذوقی، سر دلبراں، ص287
[48] ذوقی، سر دلبراں، ص362

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

اس پر تجلیات وارد ہوتی ہیں تو اس حالت کو صفائی متوسط کہتے ہیں۔ جب صوفی واصل ذات ہو کر مقام تمکین میں پہنچتا ہے تو اس حالت کا نام صفائی منتہی ہے۔ اس مرتبہ کو صوفی کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ طالبان کی طبائع میں کچھ اختلاف ہوتا ہے اور سب کو ایک ہی لکڑی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔ شیخ طبیبِ دل ہوتا ہے اور مریض کی طبیعت پر نظر کر کے اور نوعیت مرض کو دیکھ کر اس کا علاج کرتا ہے اور اس کے مناسب حال نسخہ اس کے لئے تجویز کرتا ہے[49]۔

وحدت الوجود-وحدت الشہود

سید محمد ذوقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ لفظ وجود کا اطلاق صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واجب تعالی پر ہوتا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ صرف ذات حق تعالی ہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے برعکس دیگر اشیاء کے جو ہستی مطلق سے قائم ہیں۔ سلوک کی راہ میں کشف و مشاہدہ تک آنے سے قبل ایک درمیانی منزل آتی ہے جس میں سالک بوجہ غلبہ انوارِ حق جملہ موجودات کو اپنی نظر سے غائب پاتا ہے اور غیرِ حق سے یہاں تک رو گردانی کر لیتا ہے کہ بسا اوقات حفظِ مراتب سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور غلبہ حال میں سبحانی ما اعظم شانی اور انا الحق یا اسی نوع کے نعرے بلند کرنے لگتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ابتدائے سلوک میں سالک کی حالت رات کو تارے دیکھنے والے کی سی ہوتی ہے، وہ تارے دیکھتا ہے آفتاب نہیں۔ وسطِ سلوک میں سالک پر دن آتا ہے، وہ آفتاب دیکھتا ہے تارے نہیں۔ انتہاء میں سالک رات اور دن کی کیفیات سے نکل کر حقیقت کے میدان میں آجاتا ہے۔ وہ یہ معلوم لر لیتا ہے کہ تارے آفتاب کی روشنی سے چمکتے ہیں۔ وسطِ سلوک میں کو حالت طاری ہوتی ہے وہ وحدت الشہود کہلاتی ہے۔ اور انتہاءِ سلوک کی حالت وحدت الوجود کہلاتی ہے۔[50]

(ج) مقاماتِ اولیاء کا بیان

اولیاء

اولیاء کے متعلق سید محمد ذوقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا وجود آدمؑ کے زمانہ سے لے کر نبی ﷺ کے زمانے تک اور آپ ﷺ سے لے کر ظہورِ مہدی اور نزولِ عیسی تک رہے گا۔ قیامِ کائنات کا دار و مدار ان پر ہے۔ یہ لوگ رب اور بندے کے درمیان فیض رسانی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ حق تعالی ان کو امورِ تکوینی کے انصرام اور تصرفاتِ کونیہ کی قدرت سے مشرف فرماتا ہے۔ ان کی برکات سے نزولِ باران اور سرسبزیِ نباتات اور بقائے انواعِ حیوانات اور آبادیِ شہر و قصبات اور تقلبِ احوال اور تحولِ اقبال و ادبارِ سلاطین اور انقلابِ حالاتِ اغنیاء و مساکین اور ترقی و تنزلِ اصاغر و اکابر اور اجماع و تفرقِ جنود و عساکر وغیرہ امور ظہور پذیر ہوتے

[49] ذوقی، سر دلبراں، ص288
[50] ذوقی، سر دلبران، ص395

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

ہیں۔ جس طرح حق تعالی کی حکمتِ بالغہ مقتضی ہے کہ آفتاب کو نور عطا فرماتا ہے اور اس آفتاب سے عالم کو روشن کرتا ہے، اسی طرح حق تعالی غیب الغیب ہے ایک نور ان حضرات پر عطا فرماتا ہے پھر اس نور کو اصلاحِ عالم اور نظامِ بنی آدم کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ حضرات دو اقسام پر منقسم ہیں: اولیاء ظاہرین اور اولیاء مستورین۔ اولیاء ظاہرین کے سپرد خدمتِ ہدایتِ خلق ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ خدمتِ ہدایت ان کو اپنے اظہار پر مجبور کرتی ہے۔ اولیاء مستورین کے سپرد انصرامِ امورِ تکوینی ہوتا ہے اور یہ اغیار کی نگاہ سے مستور رہتے ہیں۔[51]

اقطاب

ہر زمانہ میں تمام دنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے۔ جسے قطبِ عالم یا قطبِ کبری ارشاد یا قطبِ مدار یا قطب الاقطاب یا قطبِ جہان یا جہانگیرِ عالم کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ عالمِ سفلی وعلوی میں اس کا تصرف ہوتا ہے اور سارا عالم اس کے فیض برکت سے قائم رہتا ہے۔ اگر قطب عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے۔ قطبِ عالم حق سے براہ راست اور بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے۔ بڑی عمر پاتا ہے۔ نورِ خاصہِ مصطفوی کی برکت سے ہر سمت دیکھتا ہے۔ خواہ آنکھیں اس بار کھلی ہوں یا بند۔ ماتحت اقطاب کے تقرر و تنزل کا اختیار رکھتا ہے۔ ولی کو معزول اور مقرر کرنے کا مجاز ہے۔ خود ولایتِ شمسی رکھتا ہے۔ برعکس قطب ابدال کے جس کی ولایتِ قمری ہوتی ہے۔ قطب عالم مظہر تجلی اسم رحمٰن ہے اور آپ ﷺ کا مظہر خاص تجلی الوہیت ہیں۔ قطب عالم سالک ہوتا ہے اور اسکی ترقی جاری رہتی ہے۔ ترقی کرتے کرتے وہ مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے۔ جسے محبوبیت کہتے ہیں۔ جمیع رجال اللہ کے باطن میں اور نام ہوا کرتے ہیں چنانچہ قطب عالم کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔ اقطاب کے بے شمار انواع ہیں۔ جو سب قطب عالم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ مثلاً قطب ابدال، قطب اقالیم، قطب ولایت وغیرہ۔ ہر نوع کا ایک جدا قطب ہوتا ہے۔ مثلاً قطب زہاد، قطب عرفاء، قطبِ متوقلان۔ ہر مقام اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کا ایک قطب ہوتا ہے جو اس کی محافظت کرتا ہے۔ وہ ہستی مومنوں سے آباد ہو خواہ کافروں سے، مومنوں کی پرورش تجلی اسم ہادی کے تحت ہوتی ہے اور کافروں کی پرورش اسم مضل کے تحت میں اور یہ دونوں اسم اللہ ہی کے ہوتے ہیں۔[52]

[51] ذوقی، سر دلبران، ص212
[52] ذوقی، سر دلبراں، ص215

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

غوث

بعض بزرگوں کے نزدیک قطب اور غوث ایک ہی چیز ہیں۔ مگر بقول حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ قطب الاقطاب اور غوث جدا ہیں۔ بعض کے نزدیک قطبیت اور غوثیت دو جداگانہ منصب ہیں جو ایک ہی شخص میں مجتمع ہو سکتے ہیں، قطبیت کے اعتبار سے اسے قطب الاقطاب اور غوثیت کے اعتبار سے غوث ہیں۔[53]

امامان

قطب الاقطاب کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ جنہیں امامان کہتے ہیں۔ ایک اس کے داہنے ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا نام عبدالملک ہے اور دوسرا اسکے دوسرے ہاتھ ہے اس کا نام عبدالرب ہے۔ داہنے ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کر کے عالم سفلی پر افاضہ کرتا ہے۔ لیکن بائیں ہاتھ والے کا مرتبہ داہنے ہاتھ والے سے بلند تر ہے۔ جب قطب الاقطاب کی کرسی خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والے کو ملتی ہے۔ اور دائیں ہاتھ والا بائیں ہاتھ والے کی جگہ آجاتا ہے۔ عالم کون و فساد میں انتظام رکھنا زیادہ مشکل ہے بہ نسبت عالم علوی کے۔[54]

ابدال

انہیں بدلاء بھی کہتے ہیں۔ یہ سات ہوتے ہیں اور سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں ان کا مشرب انبیاء کے مشرب پر ہوتا ہے۔ ان کا کام مدد معنوی اور عاجزوں کی فریاد رسی ہے۔ سات ابدال حسب ذیل ہیں: ابدال اقلیم اول بر قلب ابراہیمؑ۔ نام عبدالمحی، ابدال اقلیم دوم بر قلب موسیٰؑ۔ نام عبدالعلیم، ابدال اقلیم سوم بر قلب ہارونؑ۔ نام عبدالمرید، ابدال اقلیم چہارم بر قلب ادریسؑ۔ نام عبدالقادر، ابدال اقلیم پنجم بر قلب یوسفؑ۔ نام عبدالقاھر، ابدال اقلیم ششم بر قلب عیسیٰؑ۔ نام عبد السمیع، اور ابدال اقلیم ہفتم بر قلب آدمؑ۔ نام عبدالبصیر۔[55]

اخیار: متذکرہ بالا ابدال میں سے سات ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔ انہیں اخیار کہتے ہیں اور نام ان سب کا حسین ہے۔ **ابرار:** ان میں سے چالیس ابدال ابرار کہلاتے ہیں۔ **نقباء:** یہ سب تین سو ہیں اور نام ان سب کا علی ہے۔ **نجباء:** ستر ہیں نام ان کا حسن ہے مصر میں رہتے ہیں۔ **عمد:** چار ہیں نام ان کا محمد ہے۔ زوایائے ارض میں رہتے ہیں۔ **مکتوبان:** یہ لوگ چار ہزار ہوتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو پہنچانتے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو نہیں پہنچانتے۔ ایسے لباس ہوتے ہیں کہ اغیار نہیں پہچان سکتے[56]۔

[53] ذوقی، سر دلبراں، ص214
[54] ایضا
[55] ذوقی سر دلبراں، ص214
[56] ایضا، ص216

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

خلاصہِ تحقیق

زمانہ حال میں تصوف کی افادیت سے کسی صورت بھی انکار ممکن نہیں، بلکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کی انسان عبادات میں بھی للہیت کی جگہ اپنے مادی فوائد کی تلاش کرنے لگا ہے، ایک اور اہم فتنہ یہ کہ تصوف کو اسلام کے دائرے سے ہی نکالنے اور رہبانیت کی دوسری شکل قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جبکہ ایسا کہنا خلاف حقیقت ہے کیونکہ تصوف عین اسلام ہے۔ جیسے تمام علوم وفنون کے ماہرین چند اصطلاحات اور قوانین وضوابط وضع کر لیتے ہیں اس طرح تصوف کی اصطلاحات بھی وضع کی گئیں۔ اصطلاحات کا ہر فن میں ہی نہایت اہم کردار ہے: انسان علمی مطالب کو ادا کرنے سے بے معنی طول سے بچ جاتا ہے۔ جہاں کسی علمی بحث میں ایک ہی مفہوم کی طرف بار بار حوالہ تا ہے تو طویل عبارتوں کے تکرار کی کوفت نہیں پڑتی۔ وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ تھوڑے سے وقت میں اصطلاحوں کی مدد سے بہت سی معلومات بہم پہنچ جاتی ہیں۔ لکھنے اور پڑھنے والے ملول خاطر نہیں ہوتے۔ کاغذ کا صرف نہیں ہوتا اور ادراک مفہوم اور حافظے میں ترقی ہوتی ہے۔

اصطلاحاتِ تصوف کا باقاعدہ آغاز مسلمانوں نے دوسری صدی ہجری/آٹھویں صدی عیسوی میں کر دیا تھا۔ انہوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم زبان میں کتابیں لکھیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے طریقے بتائے جن سے عبادات میں کشش، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں لطف اور زندگی میں ایک حسن اور معنویت پیدا ہو گئی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی کتاب عبد اللہ بن المبارک المروزی (متوفی 81ھ) نے "کتاب الزہد" کے نام سے لکھی۔ سب سے قدیم کتاب جو اصطلاحات تصوف پر ہے، وہ امام کلا بازی (380ھ) کی "التعرف فی مذہب التصوف" ہے۔ ایسی ہی ایک اور کوشش جو اردو زبان میں کی گئی، سر دلبراں" ہے جو نسبتاً زیادہ مستند بھی جاتی ہے۔ اسے سید محمد ذوقی شاہ نے تحریر کیا۔

"سرِ دلبراں" اردو میں اصطلاحات تصوف کی سب سے قدیم کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کا ماخذ امام کلا بازی (380ھ) کی التعرف فی مذہب التصوف ہے اگرچہ یہ کتاب صوفیہ کے عقائد واحوال سے تعلق ہے لیکن اس میں اصطلاحات ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں تصوف کی تعریفات درج کی گئی ہیں۔ اس میں حروف تہجی کی ترتیب سے اصطلاحات کی وضاحت درج کی گئی ہے۔ اس کتاب میں حال، مقام، قبض، بسط، سُکر، صحو، فنا، بقا، سلوک، مرشد، وحدت الوجود، وحدت الشہود اور مراتبِ اولیاء جیسی بنیادی اصطلاحات کو آسان، جامع اور علمی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب میں قرآن مجید میں سے 107 آیات درج کی ہیں۔ 134 حادیث نبویہ ﷺ مختلف کتب احادیث سے منتخب کی گئی ہیں۔ بعض جگہ پر فارسی ادب سے سہارہ لیتے ہوئے اشعار درج کئے ہیں، کئی مقامات پر تو پورا پورا کلام ہی درج کر دیتے ہیں۔ آخر میں چھ ضمیمہ جات درج کئے گئے ہیں۔

CC BY